تخلیق انسانی اور اس کے مراحل سے متعلق قرآنی بیانات کی سائنسی تعبیرات

(Scientific interpretations of *Qur'ānic* Statements on Human Creation and its Stages)

حافظ محمد ابرار اعوان*

** ڈاکٹر اشتیاق احمد گوندل

*** ڈاکٹر جاوید اقبال قاضی

Abstract

In addition to scientific theories about human creation and evolution, religious texts contain a wealth of information in this regard. As far as the Quran is concerned, it has also referred to it in various places. This article aims to study the scientific interpretation of the *Qur'ānic* statements about human creation and its stages. This study brings to fore the scientific interpretations of the various *Qur'ānic* verses in the context under consideration from various *Qur'ānic* commentaries. It finds that the *Qur'ānic* statements about human creation and its evolution in the womb of the mother are consistent with modern science.

Key Words: Human, creation, Quran, interpretations, Science

اِنسانِ اوّل کی پیدایش یا سائنسی اصطلاح میں اِس کے ظہور پر ارتقائی حیاتیات (Evolutionary Biology) نے کچھ مفروضے (Theories) قائم کر لیے ہیں۔ ارتقائی نقطۂ نظر میں نئی انواع کے گزشتہ انواع سے ماخوذ ہونے کے نظریات کو Darwin نے فروغ بخشا۔ اِس نظریہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جاندار اپنے ماحول سے نسل در نسل مقابلہ کرتے چلے آتے ہیں۔ چونکہ ماحول کے طبیعاتی عوامل مثلاً درجہء حرارت، پانی کی فراہمی، خوراک کی قلّت یا اس کے تنوّع میں تبدیلیاں

* پی ایچ ڈی سکالر، شیخ زید اسلامک سنٹر پنجاب یونی ورسٹی، لاہور

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زید اسلامک سنٹر پنجاب یونی ورسٹی، لاہور

*** پروفیسر/چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف زوآلوجی، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور

مسلسل ہوتی رہتی ہیں جو وقت کے کسی خاص دورانیے میں زیادہ نمایاں ہونے لگتی ہیں۔ ایسے ماحول میں زندہ رہنے والے جانداروں کی Genes اور اُن کی ذیلی اقسام (Alleles) میں سے نسل در نسل عملِ پیدائش کے نتیجے میں قدرت میں اُن Alleles کا انتخاب ہوتا ہے، جن سے اخذ ہونے والی صفات جانداروں کو اُس بدلتے / بدلے ہوئے ماحول میں زیادہ بہتر طور پر زندہ رہنے اور عمل پیدائش کو مکمل کرنے کی بہتر صلاحیت بخشتی ہیں۔ اِسی عمل کو Natural Selection سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ عمل جب ہزاروں لاکھوں سال تک جاری رہتا ہے تو طبیعاتی ماحول میں بڑے درجے کی تبدیلیوں سے نبرد آزما ہوتے ہوئے جانداروں کی آبادیوں (Populations) میں اتنی تبدیلیاں آچکی ہوتی ہیں کہ وُہ کسی ایک سابقہ نوع (Common Ancestor) سے مزید انواع ماخوذ ہو چکی ہوتی ہیں۔ تاہم کسی ایک مشترک جد (Common Ancestor) سے ماخوذ ہونے والی انواع باہم کافی زیادہ جسمانی / ساختی/ فعلیاتی (Physiological) مماثلت کی حامل ہوتی ہیں۔ اس نظریہ کو رکازیات (Paleontology) کے مطالعہ سے تقویت دی جاتی رہی ہے۔ تاہم ابھی تک اِنسان کے اس طرح کے ظہور کو حتمی اور مکمل سائنسی دلائل حاصل نہ ہوسکے ہیں۔

انسان کی تخلیق اور ارتقا سے متعلق سائنسی نظریات کے علاوہ مذہبی متون میں بھی اس ضمن میں کئی طرح کی معلومات ملتی ہیں۔ جہاں تک قرآن حکیم کا تعلق ہے، اس نے بھی متعدد مقامات پر اس سے متعلق اشارات کیے ہیں۔ اس مضمون میں قرآن اور جدید سائنسی معلومات کی روشنی میں تخلیق انسانی اور اس کے مراحل کے قرآنی بیانات کی سائنسی تعبیرات کا مطالعہ پیش نظر ہے۔ اس میں یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے کہ زیرِ نظر تناظر میں وارد مختلف آیاتِ قرآنی کی سائنسی نوعیت کی تعبیرات کو مختلف تفاسیر قرآنی سے سامنے لایا گیا ہے۔

مٹی سے تخلیق

قرآن حکیم میں یہ بیان کئی جگہ ملتا ہے کہ انسان کی تخلیق مٹی سے ہوئی۔ مثلا: هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلًا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَشُدَّكُمۡ ثُمَّ لِتَكُوۡنُوۡا شُيُوۡخًا ۚ وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّتَوَفّٰى مِنۡ قَبۡلُ وَلِتَبۡلُغُوۡۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ۔ [1] اس آیت میں بقول ڈاکٹر اسرار احمد علقہ کے لغوی معنی ایسی چیز کے ہیں جو کسی دوسری چیز کے ساتھ "معلق" ہو۔ اس لفظ میں بچے کی تخلیق کے حوالے سے دوسرے مرحلے کی کیفیت بیان ہوئی ہے جب نطفہ رحم مادر کی دیوار کے ساتھ لٹکی ہوئی ایک جونک کی سی شکل اختیار کرلیتا ہے۔۔۔۔۔ لفظ "عَلَقَہ" کی مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سورۃ المومنون کی آیت 14 کی تشریح۔ "ثُمَّ يُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلًا" "پھر وہ تمہیں نکال لیتا ہے ایک بچے کی حیثیت سے" "ثُمَّ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَشُدَّكُمۡ" "پھر (تمہیں پروان چڑھاتا ہے) تاکہ تم پہنچ جاؤ اپنی جوانی کو" "ثُمَّ لِتَكُوۡنُوۡا شُيُوۡخًا" "پھر (تمہیں مزید عمر دیتا ہے) تاکہ تم ہو جاؤ بوڑھے" " یعنی حیات انسانی کا دورانیہ (Life Cycle) عام طور پر اسی نہج پر چلتا ہے۔ وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّتَوَفّٰى مِنۡ قَبۡلُ " "اور تم میں سے بعض وہ بھی ہیں جنہیں اس سے پہلے ہی وفات دے دی جاتی

[1] مثلاً دیکھیے: مومن40: 67۔

ہے"" بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو بڑھاپے کی عمر تک نہیں پہنچ پاتے۔ کوئی بچپن میں فوت ہو جاتا ہے اور کوئی جوانی میں " "وَلِتَبۡلُغُوۡۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ " " اور (بعض کو مہلت دیتا ہے) تاکہ تم ایک وقت معیّن کو پہنچ جاؤ اور (یہ اس لیے ہے) تاکہ تم نصیحت حاصل کرو" "چاہے کوئی بچپن میں ہی انتقال کر جائے، کوئی جوانی میں فوت ہو یا کوئی بہت طویل عمر پالے، ہر شخص نے اپنی موت تک بہر صورت زندہ رہنا ہے اور ہر شخص کی موت کا وقت اللہ کے ہاں مقرر اور طے شدہ ہے۔[2]

مٹی کے ست سے تخلیق

قرآن نے کہا: "وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِيۡنٍ[3] "اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے پیدا کیا۔" اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ انسان کا مٹی سے پیدا ہونا یا تو اس اعتبار سے ہے کہ تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم (علیہ السلام) مٹی سے پیدا کیے گئے تھے، پھر تمام انسان ان کی پشت سے پیدا ہوئے، اس لیے بالواسطہ تمام انسانوں کی اصل مٹی ہے، یا پھر اس کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسان کی تخلیق منی کے قطرے سے ہوتی ہے، اور وہ غذا سے پیدا ہوتی ہے جس کے اگنے اور بننے میں مٹی کا دخل واضح ہے۔[4] محوّلہ بالا آیات میں خطاب "اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے پیدا کیا" سے واضح اشارات ملتے ہیں کہ ان خطابات سے مراد موجودہ زمانے کا انسان ہے۔ جبکہ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّنِسَآءً ۚ "اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں (دنیا میں) پھیلا دیئے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو، (۱) اور رشتہ داریوں (کی حق تلفی سے) ڈرو۔ یقین رکھو کہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔"[5] جب کہ حضرت آدم علیہ السلام کا بلا واسطہ مٹی سے پیدا کرنا متعدد آیات سے معلوم ہے۔ مثلاً: هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ طِيۡنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنۡدَهٗ ثُمَّ اَنۡتُمۡ تَمۡتَرُوۡنَ "وہی ذات ہے جس نے تم کو گیلی مٹی سے پیدا کیا، پھر (تمہاری زندگی کی) ایک میعاد مقرر کر دی، اور (دوبارہ زندہ ہونے کی) ایک متعین میعاد اسی کے پاس ہے (۱) پھر بھی تم شک میں پڑے ہوئے ہو۔"[6]

موجودہ انسان کی تخلیق کے مراحل کے شروعات میں مٹی کا بھی ذکر ہے اور پھر نطفہء انسان کا ذکر بھی ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ جن غذائی اجزاء سے انسان کے جسم کے اندر نطفہ تیار ہوتا ہے وہ بالواسطہ یا بالا واسطہ مٹی یا مٹی کے ست سے

---

[2] ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن (لاہور: مکتبہ انجمن خدام القرآن، 2018)، 5: 72۔

[3] المؤمنون 23: 12۔

[4] مفتی محمد تقی عثمانی، توضیح القرآن (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2011)، 729۔

[5] النساء 0: 1۔

[6] الانعام 6: 2۔

ماخوذ ہوتے ہیں یوں موجودہ انسان کی تخلیق کی شروعات مٹی سے اور پھر نطفہ ءانسان سے ہوتی ہیں۔ جہاں تک حضرت آدم علیہ السلام کا مٹی سے اوّل دفعہ بلاواسطہ یا بالواسطہ پیدا کئے جانے کی تفصیل کا تعلق ہے تو موجودہ سائنس ایسی آیات کی روشنی میں اس کُنہ تک پہنچے سے قاصر نظر آتی ہے۔ تاہم دور حاضر کے انسان کی پیدائش کے اوّلین ماخذ مٹی اور نطفہ ءانسان ہی ہیں۔وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ [7] کے حوالے سے مولانا تقی عثمانی نے لکھا ہے کہ انسان کا مٹی سے پیدا ہونا یا تو اس اعتبار سے ہے کہ تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم (علیہ السلام) مٹی سے پیدا کیے گئے تھے، پھر تمام انسان ان کی پشت سے پیدا ہوئے،اس لیے بالواسطہ تمام انسانوں کی اصل مٹی ہے، یا پھر اس کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسان کی تخلیق منی کے قطرے سے ہوتی ہے، اور وہ غذا سے پیدا ہوتی ہے جس کے اگنے اور بننے میں مٹی کا دخل واضح ہے۔[8] "سُلَالَة" بمعنی خلاصہ، نچوڑ، ست، جوہر، کسی بھی چیز سے نکالا ہوا کارآمد حصہ (مفردات القرآن) اور انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کرنے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ حضرت آدم (علیہ السلام) کا پتلا مٹی سے بنایا گیا۔ پہلے یہ خشک مٹی تھی۔ پھر اس میں پانی ملایا گیا تو یہ گارا بن گیا۔ پھر اس کا خمیر اٹھایا گیا جس میں بدبو پیدا ہو گئی۔ پھر اسے گوندھ کر اس کا چیکدار اور لیسدار حصہ لیا گیا اور اسے خشک کر لیا گیا۔ پھر اسے حرارت پہنچائی گئی حتیٰ کہ وہ ٹن کی طرح بجنے لگا۔ جبکہ مٹی کے برتن اور ان کی مختلف شکلیں بنائی اور آگ میں پکائی جاتی ہیں۔ اور ان میں مٹی کا صرف چیکدار اور کارآمد حصہ ہی استعمال ہوتا ہے۔اسی مٹی سے آدم کا پتلا تیار ہوا جس میں اللہ نے اپنی روح سے پھونکا تو جیتا جاگتا انسان وجود میں آ گیا۔ پھر آئندہ آدم کی نسل توالد و تناسل اور نطفہ سے چلی۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے نطفہ بذات خود انسان کے جسم میں انھیں غذاؤں سے بنتا ہے جو زمین سے ہی حاصل ہوتی ہے۔اس لحاظ سے نطفہ بھی بالآخر زمین ہی کا جوہر ہے۔[9]
ڈاکٹر اسرار احمد کے مطابق تلوار کو نیام سے باہر کھینچنے کے عمل کو "سَلَّ یَسُلُّ" جبکہ نیام سے باہر نکلی ہوئی ننگی تلوار کو "مَسْلُوْل" کہا جاتا ہے۔ کسی بھی چیز کا اصل جوہر جو اس میں سے کشید کیا گیا ہو "سُلَالَة" کہلاتا ہے۔ چنانچہ اس آیت کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) کو براہ راست مٹی کے جوہر سے تخلیق کیا گیا اور پھر پوری نسل انسانی چونکہ ان کی اولاد تھی اس لیے اپنی تخلیق کے حوالے سے ہر انسان کو گویا اسی مادہ تخلیق یعنی مٹی سے نسبت ٹھہری۔ لیکن میرے نزدیک اس کی زیادہ صحیح تعبیر یہ ہے کہ مرد کے جسم میں بننے والا نطفہ دراصل مٹی سے کشید کیا ہوا جوہر ہے۔ اس لیے کہ انسان کو خوراک تو مٹی ہی سے حاصل ہوتی ہے، چاہے وہ معدنیات اور نباتات کی شکل میں اسے براہ

[7] المؤمنون 23 : 12۔

[8] مفتی محمد تقی عثمانی، توضیح القرآن (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2011)، 729۔

[9] مولانا عبدالرحمن کیلانی، تیسیر القرآن (لاہور: مکتبہ السلام، 2007)، 3 :191۔

راست زمین سے ملے یا نباتات پر پلنے والے جانوروں سے حاصل ہو۔ اس خوراک کی صورت میں گارے اور مٹی کے جوہر کشید ہو کر انسانی جسم میں جاتے ہیں اور اس سے وہ نطفہ بنتا ہے جس سے بالآخر بچے کی تخلیق ممکن ہوتی ہے"۔[10]

مختلف مراحل

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۔[11] تخلیقِ انسانی کے مراحل کے اس قرآنی بیان سے متعلق ڈاکٹر اسرار احمد نے لکھا ہے کہ عَلَقہ کا ترجمہ عام طور پر " جما ہوا خون " ہوتا آیا ہے جو کہ غلط ہے۔ لغوی اعتبار سے عربی مادہ علق (ع، ل، ق) سے معلق، تعلق، متعلق، علاقہ وغیرہ الفاظ تو مشتق ہیں لیکن اس لفظ کا جمے ہوئے خون کے مفہوم و معانی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ دراصل جس زمانے میں یہ تراجم ہوئے ہیں اس میں نہ تو (Dissection) کا کوئی تصور تھا اور نہ ہی ابھی مائیکروسکوپ ایجاد ہوئی تھی، للذا علم الجنین کے بارے میں تمام تر معلومات کی بنیاد ظاہری مشاہدے پر تھی۔ اور چونکہ ابتدائی ایام کا حمل گرنے کی صورت میں رحم سے بظاہر خون کے لوتھڑے ہی برآمد ہوتے تھے' اس لیے اس سے یہی سمجھا گیا کہ رحم مادر میں انسانی تخلیق کی ابتدائی شکل جمے ہوئے خون کے لوتھڑے کی سی ہوتی ہے۔ آج جب ہم جنینیات (Embryology) کے بارے میں جدید سائنسی معلومات کی روشنی میں لفظ "عَلَقہ" پر غور کرتے ہیں تو اس کا مفہوم بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ جدید سائنسی معلومات کے مطابق (Fertilized Ovum) ابتدائی مرحلے میں رحم کی دیوار کے اندر جما ہوا (Embeded) ہوتا ہے، جبکہ اگلے مرحلے میں وہ اس سے ابھر کر (Bulge Out) کر کے دیوار کے ساتھ جونک کی طرح لٹکنے لگ جاتا ہے۔ اور یہی دراصل " علقہ " ہے۔(فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً) پھر اگلے مرحلے میں یہ " علقہ "گوشت کے ایک نیم چبائے ہوئے لوتھڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ بلکہ ڈاکٹر کیتھ ایل مور (موصوف دور حاضر میں علم الجنین پر سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس حوالے سے ان کا ذکر بیان القرآن کے حصہ اوّل' تعارف قرآن کے باب پنجم میں بھی آ چکا ہے) کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے اس کی وضاحت کے لیے کچے گوشت کا ایک ٹکڑا لیا اور واقعتاً اسے دانتوں سے چبا کر دکھایا کہ دانتوں کے نشان پڑ جانے سے اس گوشت کے ٹکڑے کی جو شکل بنی ہے بعینہٖ وہی شکل اس مرحلے میں " مُضغۃ " کی ہوتی ہے۔ (فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق) ،اور اس کے بعد " ثُمَّ " کے ساتھ چوتھے اور آخری دور کا ذکر ہے (ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ط)،آیت کے اس حصے میں معنی کا ایک جہان آباد ہے، مگر اسے بہت کم لوگوں نے سمجھا ہے۔ عام لوگ قرآن کی ایسی بہت سی آیات کو پڑھتے ہوئے بے خبری سے یوں آگے گزر جاتے ہیں جیسے ان میں کوئی خاص بات نہ ہو، مگر جس پر حقیقت منکشف ہوتی ہے اسے کلام اللہ کے ایک ایک حرف کے اندر قیامت مضمر دکھائی دیتی ہے۔ کتنے ہی مفسرین ہیں جو سورۃ الحدید کی تیسری آیت (هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ج) کی

---

[10] ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن، 3: 460۔

[11] المؤمنون 23: 14۔

تفسیر کیے بغیر آگے گزر گئے ہیں، لیکن امام رازیؒ جب اسے پڑھتے ہیں تو ان کی نظر کسی اور ہی جہان کا نظارہ کرتی ہے، اس کا اظہار وہ اس طرح کرتے ہیں : اِعۡلَمۡ اَنَّ هٰذَا الۡمَقَامَ مَقَامٌ غَامِضٌ عَمِيۡقٌ مُهِيۡبٌ (جان لو کہ یہ مقام بہت مشکل، بہت گہرا اور بہت پر ہیبت ہے !) یہ قرآن کا معجزاتی پہلو ہے اور اس کا تعلق دیکھنے والی آنکھ سے ہے۔ بہر حال ان آیات کو پھر سے پڑھیے اور تخلیق کے مراحل میں "فَ" اور "ثُمَّ" کے نازک فرق کو سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ غور کیجیے ! یہاں "ثُمَّ" کا وقفہ ایک پورے دور کو ظاہر کرتا ہے، جبکہ تخلیقی عمل کے اندرونی مراحل کے بیان کو "فَ" سے الگ کیا گیا ہے : (وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِيۡنٍ) یعنی مٹی کے جوہر سے نطفے کی تخلیق ایک مکمل دور ہے۔ (ثُمَّ جَعَلۡنٰهُ نُطۡفَةً فِىۡ قَرَارٍ مَّكِيۡنٍ) یہ دوسرا دور ہے۔ یعنی نُطفے کا قرارِ مکین میں پہنچ کر ایک بیج کی حیثیت سے دفن ہو جانا۔ (ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَةَ عَلَقَةً) یہ تیسرے دور کا ذکر ہے اور اس دور کے اندر تین مراحل ہیں، ہر مرحلے کے ذکر کے ساتھ "فَ" کا استعمال ہوا ہے : (فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَةَ مُضۡغَةً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ق) ۔اس کے بعد "ثُمَّ" کے ساتھ چوتھے اور آخری دور کا ذکر ہے : (ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰهُ خَلۡقًا اٰخَرَ ط) "پھر ہم نے اسے ایک اور دوسری مخلوق بنا کھڑا کیا"۔ یعنی اب یہ ایک بالکل نئی مخلوق ہے۔ یہاں "بالکل نئی مخلوق" سے کیا مراد ہے ؟ اس کی تفصیل اس حدیث میں ملتی ہے جس کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بایں الفاظ نقل ہوئی ہے: (اِنَّ اَحَدَكُمۡ يُجۡمَعُ خَلۡقُهٗ فِىۡ بَطۡنِ اُمِّهٖ اَرۡبَعِيۡنَ يَوۡمًا نُطۡفَةً، ثُمَّ يَكُوۡنُ عَلَقَةً مِّثۡلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُوۡنُ مُضۡغَةً مِّثۡلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يُرۡسَلُ اِلَيۡهِ الۡمَلَكُ فَيَنۡفُخُ فِيۡهِ الرُّوۡحَ۔۔ "تم میں سے ہر ایک کی تخلیق یوں ہوتی ہے کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس یوم تک نطفہ کی صورت میں اس کے بعد اتنے ہی روز تک علقہ کی صورت میں، اور اس کے بعد اتنے ہی روز گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں رہتا ہے۔ بعد ازاں اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے، پس وہ اس میں روح پھونکتا ہے"۔ یعنی چالیس دن تک نطفہ، پھر چالیس دن تک علقہ اور اس کے بعد چالیس دن تک مضغہ، ایک سو بیس دن (چار ماہ) میں یہ تین مراحل مکمل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتے ہیں۔ وہ کولڈ سٹور یج (عالمِ ارواح) سے اس کی روح کو لا کر اس مادی جسم کے ساتھ ملا دیتا ہے اور یوں ایک نئی مخلوق وجود میں آ جاتی ہے۔ یعنی اب تک وہ ایک حیوانی جسم تھا، لیکن اس روح کے پھونکے جانے کے بعد وہ انسان بن گیا۔ البتہ اس حدیث کے مفہوم کو سمجھنے میں بھی لوگوں سے غلطی ہوئی ہے۔ عام طور پر یہی سمجھا گیا ہے کہ ایک سو بیس دن کے بعد اس جسم میں جان ڈال دی جاتی ہے۔ یعنی روح کو "جان" (Life) سمجھا گیا ہے۔ گویا چار ماہ تک تخلیقی مراحل سے گزرتا ہوا یہ وجود بے جان تھا؟ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ زندگی یا جان اس میں پہلے دن سے ہی موجود تھی۔ حتیٰ کہ باپ کے نطفے کا خلیہ (Spermatozoon) اور ماں کا بیضہ (Ovum) بھی اپنی اپنی جگہ پر زندہ وجود ہیں اور ان دونوں کے اختلاط سے وجود میں آنے والا جفتہ (Zygote) بھی۔ بہر حال ایک سو بیس دن کے بعد اس جسدِ حیوانی میں "روح" پھونکی جاتی ہے' جو ایک نورانی چیز ہے اور وہی اسے حیوان سے انسان بناتی ہے۔ اور اسی تبدیلی یا تخلیقی مرحلے کو آیت زیرِ نظر میں " خَلۡقًا اٰخَرَ "

(ایک نئی تخلیق) سے تعبیر کیا گیا ہے۔"[12] مولانا حافظ محمد ادریس کاندھلویؒ، معارف القرآن میں انسانی تخلیق کو سات اقسام میں منقسم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انسان جمادیت سے نباتیت میں داخل ہوا اور پھر نباتیت سے حیوانیت میں داخل ہوا اور پھر حیوانیت سے انسانیت میں داخل ہوا۔ ان عجیب و غریب تغیرات اور انقلابات میں ذرا غور کرو کہ دوسری حالت پہلی حالت سے بالکل مغایر و مباین ہے۔[13]

انسانی تخلیق پر قرآنی بیانات اور سائنسی نظریات میں موافقت

قرآن کے مطابق ایک انسانی بچہ ماں کے پیٹ میں سات مختلف مرحلوں سے گذر کر جسمانی تکمیل تک پہنچتا ہے۔ اگر آدمی اپنی پیدائش کے نازک اور پر پیچ مرحلوں پر ہی غور کرلے تو اس کے لیے اللہ پر ایمان لانا بہت آسان ہو جاتا ہے۔(1) فرمایا کہ پہلا مرحلہ " سلالۃ من طین " ہے۔ عربی میں سلالۃ کے معنی منتخب اور چھنی ہوئی چیز کے آتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو انتخاب کی ہوئی مٹی اور اس کے چنے ہوئے اجزا سے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے دنیا کے سب سے پہلے انسان حضرت آدم کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا تھا۔ جن سے انسانی تخلیق و پیدائش کا آغاز ہوا۔ پھر اللہ نے حضرت حوا کو پیدا کرکے ان دونوں سے دنیا کے انسانوں کو پھیلادیا۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔(2) اب اسی چنی ہوئی اور مٹی کے منتخب اجزاء سے یا انسانی غذاؤں سے نطفہ بنتا ہے، جو رحم مادر میں ایک مناسب وقت تک رہتا ہے اور قرار پاتا ہے۔[14] مفسرین نے وضاحت سے لکھا ہے کہ حضرتِ آدمؑ کی تخلیق مٹی سے ہوئی اور موجودہ انسان کو جو خوراک ملتی ہے جس کے سالموں سے اسکا جسم طاقت پکڑتا ہے نمو کے مراحل طے کرتا ہے اور پھر اُسی خوراک سے تناسلی اعضاء سے نطفہ اور بیضہ بنتے ہیں تو وُہ خوراک مٹی بلکہ اُس کے ست ہی سے پودے حاصل کرتے ہیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ خشک زمین / مٹی میں ڈالے گئے بیجوں (Seeds) کا انجام کیا ہوتا۔ Seeds کو نہ صرف Germination کے لئے بلکہ نمو ہونے کے لئے مٹی میں پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ پانی مٹی کے قابلِ حل اجزا کو محلول کی شکل میں لے آتا ہے جن میں سے ضروری اجزا پودوں کی جڑوں کے ذریعے پودوں کے تمام جِسم میں پہنچانے کا انتظام بھی پودے میں نمو پاتا ہے۔ یوں پودے کی نمو اور اس کا Biomass مٹی کے ست ہی سے وابستہ ہے۔[15] پودوں کی پیداوار سے خوراک کا پہلا درجہ (First Tropic Level) اِنسان کو حاصل ہو جاتا ہے, پھر مویشی اور دیگر سبزہ خور

---

[12] ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن، 3: 461-463۔

[13] محمد ادریس کاندھلوی، معارف القرآن (کراچی: الطاف سنز، 2012)، 5: 353-354۔

[14] مولانا آصف قاسمی، تفسیر بصیرتِ قرآن (کراچی: مکتبہ بصیرتِ قرآن، س ن)، 4: 81-84۔

[15] اس حوالے سے دیکھیے:

A. S Ali, A.A Elozeiri, Metabolic processes during seed germination, *Advances in Seed Biology*, (2017): 141-166.

(Herbivores) پودوں/ چارہ پر پلتے ہیں۔ جن کے گوشت، دودھ اور شہد وغیرہ سے انسان اعلیٰ درجے (/ Second Third Tropic Levels) کی غذائی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ یوں انسان کی پیدائش کا آغاز آج بھی مٹی کے ست ہی سے ہو رہا ہے۔[16]

خلاصۂ بحث

دیگر متعدد حیوانات کی طرح انسان کی پیدائش کا حیاتیاتی آغاز نطفہ ہی سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بقائے نسل کا انتظام بھی انتہائی مربوط اور مسلسل رکھا ہوا ہے کہ جس فرد کی زندگی کا آغاز نطفہ سے ہوا اور نطفہ سے مادہ کا بیضہ بار آور (Fertilized) ہوا تو معمول کے مطابق اس Fertilized Ovum سے نمو کے تمام مراحل کے بعد جو بچہ جنم لے گا وہ جنس کے اعتبار سے مادہ یا نر ہوگا۔ یہ مادہ یا نر پیدائش کے بعد کے نمو کے تمام مراحل طے کرنے کے بعد بالغ ہو جائے گا۔ یہ بلوغت تک کا سفر خوراک (Food) اور دیگر سہولیاتِ زندگی سے ممکن ہوا۔ اِس نے جو خوراک استعمال کی تو وہ بلاواسطہ یا بلواسطہ مٹی کے ست ہی سے ماخوذ تھی بعد بلوغت کے اب اس نسل کے افراد سے پھر نطفہ کے ذریعے اگلی نسل کے افراد کی پیدائش کا انتظام ہوگا۔ یہ سلسلہ جانوروں کی ہر نوع میں موجود ہے، مگر انسان میں پیدایش سے پہلے ہی اِس میں اللہ تعالیٰ اپنی روح ڈال کر اِسے تمام مخلوقات میں سے ممیّز، اعلیٰ اور خوب صورت کر دیتے ہیں۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ موجودہ اِنسان کی تخلیق کا ماخذ ایک لحاظ سے مٹی بلکہ "مٹی کے ست" سے ہے۔ چونکہ اِنسان جو خوراک یا غذا حتیٰ کہ دوا استعمال کرتا ہے وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ مٹی کے ست ہی سے ماخوذ ہوتی ہے۔ یوں یہ غذائی سلسلہ زندہ خلیوں میں پروٹوپلازم میں بدلتا اور مزید خلیے بنانے کا ضامن بنتا رہتا ہے۔ اِنسان کے اعضائے تولیدی کو بھی دیگر اعضا کی طرح غذائی آکسیجن اور نمکیات وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِن اعضاء کے خلیوں میں بھی غذا سے بڑھوتری اور نمو کا عمل وقوع پذیر ہوتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں اِنسان کی پیدائش کا مطالعہ اِنھی سائنسی اشارات کا حامل ہے۔

---

[16] خوراک اور توانائی کے اس سلسلے کے ضمن میں دیکھیے:

M. L. McKINNE, R. M Schoch, L. Yonavjak, Environmental *Science: Systems and Solutions,* Jones & Bartlett Learning, 5 Wall Street Burlington M.A. 01803 USA. (2013): 87-89.